۱۱

اگر دائمی حیات چاہتے ہو تو اشاعتِ احمدیت کے لئے ممالکِ غیر میں نکل جاؤ

(فرمودہ ۱۵؍ مارچ ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَ تَرَکُوْکَ قَائِمًا۔قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَ مِنَ التِّجَارَۃِ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ [1]

فرمایا:۔

سارے قرآن کریم پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ اس کی کوئی دو آیتیں بھی آپس میں بے جوڑ نہیں بلکہ شروع سے لے کر آخر تک قرآن کریم اسی طرح پرویا ہوا ہے جس طرح موتیوں کا ہار پرویا ہوا ہوتا ہے۔ ہر آیت جو آتی ہے وہ اپنی پہلی آیت سے تعلق رکھتی ہے اور ہر آیت جو گزر جاتی ہے وہ اپنے بعد میں آنے والی آیت سے ربط رکھتی ہے۔ پھر ہر سورۃ کے بعد دوسری سورۃ ایک خاص غرض اور مقصد کے لئے رکھی ہوئی ہے اور یہ التزام سارے کے سارے قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ یہ سورۃ بھی اس التزام سے مستثنا نہیں ہوسکتی۔ اور جو قانون سارے قرآن کریم میں

جاری ہے یقیناً اس سورۃ میں بھی جاری ہونا چاہئے لیکن بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّه' مُلٰقِیْکُم [۲] فرمانے کے بعد یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کہا گیا ہے اور بظاہر ان دو آیتوں کا جوڑ آپس میں ملتا نہیں کیونکہ پہلے تو یہود کا ذکر تھا اور یہود کو ہی چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر واقع میں تم اپنی اس تعلیم پر قائم ہو جو تمہیں دی گئی تو اس موت کو قبول کیوں نہیں کرتے جس کے بغیر کوئی قوم خدا تعالیٰ کی مقبول، پیاری اور اس کی پسندیدہ نہیں ہوسکتی اور کیا وجہ ہے کہ تم اس سے بھاگتے ہو۔اس کے معاً بعد فرماتا ہے یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تو کوئی نہ کوئی ان آیتوں کا آپس میں تعلق ہونا چاہئے مگر بظاہر وہ تعلق ان میں نہیں پایا جاتا لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے چونکہ سارے قرآن مجید میں ربط اور تعلق ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہاں بھی ہو اور یہ یقینی بات ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تعلق ہے جیسا کہ میں ابھی بیان کروں گا۔

درحقیقت جمعہ کی نماز جو ساتویں دن کی نماز ہے مشابہت رکھتی ہے ایک اور روحانی زمانہ سے جو ساتویں ہزار سال کا ہے یعنی مسیح موعودؑ کا زمانہ۔ دنیا جمعہ کے دن آ کر خصوصیت کے ساتھ اسلامی احکام کے ماتحت تبلیغِ اسلام کرتی ہے یعنی باقی نمازوں میں تو خاموشی سے نماز پڑھ لی جاتی ہے لیکن جمعہ کے دن خطبہ اور وعظ بھی ہوتا ہے پس جمعہ اسلامی عبادتوں میں وعظ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ دوسرے دنوں میں بندے کھڑے ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں لیکن اس دن نہ صرف عبادت کی جاتی ہے بلکہ بندوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لئے خطاب بھی کیا جاتا ہے۔گویا جمعہ نشان ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندوں پر شفقت کرنے کا اور یہی اسلام کا خلاصہ ہے۔اسلامی تعلیم کا لُبِّ لباب یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا کامل مطیع ہو اور اس کے بندوں پر شفقت کرنے والا ہو۔ چنانچہ اس دن خطیب وعظ کرتا ہے جو شَفْقَتُ عَلَی النَّاسِ کی مثال ہے اور پھر عبادت کی جاتی ہے جو اطاعت الٰہی کا نام ہے پس جمعہ کا وعظ جامع ہے شَفْقَتُ عَلَی النّاس اور اطاعتِ الٰہی کا۔غرض تبلیغ اور اشاعت کا زمانہ جو ہے اس کا جمعہ ایک نشان ہے اور مسیح موعود کے زمانے کو بھی تبلیغ و اشاعت کا زمانہ کہا گیا ہے۔جیسا کہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه [۳] میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ آیت قرآن کریم میں تین جگہ آتی ہے اور تینوں جگہ مسیح کے ذکر کے ساتھ آتی ہے اور ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق چلا آتا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے زمانے کے لئے ہے پس ادھر قرآن مجید سے ثبوت ملتا ہے کہ نشر و اشاعت کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اور ادھر آئمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہوگا۔ پھر الہامی کتب سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور ساتویں ہزار سال میں مقدر ہے ادھر جمعہ ایام ہفتہ میں سے ساتواں دن ہے اور جمعہ کے دن نشر و اشاعت کا کام ہی کیا جاتا ہے حتّٰی کہ ظہر کی چار رکعتیں مقرر کی گئی ہیں مگر آج کے دن خدا تعالیٰ نے کہا دو رکعتیں میں اپنے بندوں کی خاطر چھوڑتا ہوں پس خطبہ کیا ہے؟ یہ تحفہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے پیش کیا۔ جس طرح گورنمنٹ بعض دفعہ رعایا کا ٹیکس معاف کر دیتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے کہا میں اپنے بندوں کی خاطر دو رکعتیں چھوڑتا ہوں وہ ان کی بجائے خطبہ سن لیا کریں تو خطبہ جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ اور ہدیہ ہے جو وعظ و نصیحت کی صورت میں مؤمنوں کو ملتا ہے۔ پھر جمعہ کا دن ساتواں دن ہونے کے لحاظ سے ساتویں ہزار سال سے مشابہت رکھتا ہے اور نشر و اشاعت کے لحاظ سے تبلیغِ دین سے مشابہت رکھتا ہے۔ غرض جمعہ میں وہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں جو مسیح موعود کے زمانہ کی علامت ہیں۔ یعنی وہ ساتویں ہزار سال میں مبعوث ہوگا اور یہ کہ وہ اسلام کو ادیانِ باطلہ پر تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ غالب کر دے گا پس جمعہ اور مسیح موعود ایک ہی چیز ہیں۔ اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [4] یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور قوم میں بھی دوبارہ ظاہر ہوں گے جو ابھی تم سے نہیں ملی بلکہ بعد میں آئے گی اور رسول کریم ﷺ نے اس کی یہ تشریح فرمائی تھی کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِس [5] یعنی اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو چند فارسی الاصل لوگ یا ایک جگہ رَجُلٌ آتا ہے یعنی ایک فارسی الاصل مرد پھر ثریا پر گئے ہوئے ایمان کو واپس لائے گا اور اس سورۃ کے شروع میں رسول کریم ﷺ کی دوسری بعثت کا ذکر تھا جو مسیح موعود کی بعثت ہے اور مسیح موعود کی بعثت هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ والی آیت اور ائمہ سلف کے کشوف کی رو سے جمعہ کے دن سے مشابہت رکھتی ہے۔ اب یہود کو یہ بتانے کے بعد کہ تمہیں باوجود تورات کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کے نجات کی امید نہیں رکھنی

چاہئے اور باوجود تورات سے وابستگی کے دعویٰ کے اور باوجود اللہ تعالیٰ کے دوست کہلانے کے تمہارا حق نہیں کہ تم اپنے آپ کو نجات یافتہ کہو کیونکہ تورات تمہارے دلوں میں نہیں صرف اپنے سَروں پر تم اسے اُٹھائے ہوئے ہو۔ یہ بتایا ہے کہ محبت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ سچا محبّ اپنے محبوب کے نام پر قربان ہو جاتا ہے مگر تمہاری یہ حالت ہے کہ تم تسلیم کرتے ہو دنیا میں کفر پھیلا ہوا ہے، تم تسلیم کرتے ہو کہ اس کے دین کی بے حرمتی کی جارہی ہے مگر خدا جو تمہارا محبوب ہے اس کے لئے تم قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ تم موت سے ڈرتے ہو حالانکہ اگر تم واقع میں خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ، اگر واقع میں اس کے دوست ہوتے ،تو جب تم دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کا نام دنیا سے مٹایا جاتا ، اس کے کھیت کو برباد کیا جاتا اور اس کے دین کی تباہی کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں تو تم اپنی جانوں پر کھیل جاتے مگر جب تم ایسا نہیں کرتے تو صاف ظاہر ہے کہ نہ تم کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے اور نہ خدا تعالیٰ کو تم سے ۔ پھر جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھلائی گئی تھی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ[6] جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جبکہ مسلمان یہود کے ہمرنگ ہو جائیں گے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح مسلمان یہود کے مشابہ ہو جائیں گے[7] پس جب یہود کو اللہ تعالیٰ نے ایک طرف یہ فرمایا کہ صرف کتاب تمہارے لئے کافی نہیں ہوسکتی جب تک تم اس پر عمل نہ کرو، ادھر یہ بھی پیشگوئی تھی کہ مسلمان ایک زمانہ میں یہود کے مشابہہ ہو جائینگے تو ضروری تھا کہ یہود کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو توجہ دلائی جاتی کہ تم پر بھی چونکہ وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ تم یہود کے مشابہہ ہو جاؤ گے اس لئے ہوشیار ہو جاؤ اور تمثیلی طور پر اس کے لئے جمعہ کے دن کو بیان کیا جو ساتویں ہزار سال یعنی مسیح موعود کے زمانہ سے مشابہت رکھتا ہے ۔قرآن کریم میں بھی آتا ہے اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ[8] یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے پس اس لحاظ سے ساتواں دن ساتویں ہزار سال کے قائم مقام ہوا جو مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ ہے غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۔اے مسلمانو! ایک زمانہ تم پر بھی ایسا آنیوالا ہے جبکہ تمہارا امتحان لیا جائیگا اور تم بھی

خدا تعالیٰ کے دین سے غافل ہو جاؤ گے، تم میں بھی سستیاں اور کمزوریاں پیدا ہو جائینگی اور یہ دنیا کی پیدائش کے ساتویں ہزار سال میں ہوگا۔ یاد رکھو تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ جس وقت تم جمعہ کی اذان سنو فوراً اس کی طرف دَوڑ پڑو۔ اسی طرح جب وہ ساتویں ہزار سال کی آواز بلند ہو تو یہ بہانہ نہ بنانے لگ جانا کہ ہم قرآن مانتے ہیں، محمد ﷺ کو رسول تسلیم کرتے ہیں، حدیثیں پڑھتے ہیں، ہمیں اس آواز کے سننے کی کیا ضرورت ہے تمہیں قرآن کو مانتے ہوئے جمعہ کی نماز کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟ تمہیں حدیث کو مانتے ہوئے جمعہ کی نماز کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کس طرح کہہ سکتے ہو کہ قرآن کو مانتے ہوئے تمہیں ساتویں ہزار سال کی خدائی آواز کو سننے اور اسکی طرف دَوڑنے کی ضرورت نہیں۔ جمعہ میں علاوہ عبادت کے کیا ہوتا ہے اور کس لئے خدا تعالیٰ نے یہ کہا کہ جب جمعہ کے دن اذان کی آواز آئے تو تم فوراً اس کی طرف چل پڑو اس لئے کہ ایک خطیب کھڑا ہو کر وعظ کرتا ہے صرف اس بات پر خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ جاؤ اور اس کی آواز سنو۔ اگر ایک ملاّ بھی خطبہ کے لئے کھڑا ہو تو خدا تعالیٰ اُس وقت یہ کہتا ہے اس ملاّ کا خطبہ ہماری دو رکعتوں کا قائم مقام ہے تم جاؤ اور اس کی آواز کو سنو ورنہ ہماری بے ادبی ہو جائے گی۔ آخر محمد ﷺ نے ہی تو ہمیشہ خطبہ نہیں پڑھنا تھا پس یہ حکم آپ کو ہی مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ تمام آنے والے خطیبوں کو مدنظر رکھ کر ہے اسی لئے کہ جہاں جمعہ ہو رہا ہو وہاں حکم ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کہ جاؤ اور خطبہ سنو۔ جمعہ کس چیز کا نام ہے زید، عمر یا خالد کے خطبہ کا مگر چونکہ وہ دو رکعتوں کی قائم مقامی میں رکھا گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر خطبہ نہیں سنو گے تو وہ دو رکعتیں جاتی رہیں گی اور نماز باطل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ بڑے تعہّد سے یہ حکم دیا کرتے تھے کہ جمعہ کے دن جلد سے جلد مسجد میں پہنچا جائے (میں ضمنی طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ قادیان میں بعض لوگ درمیان خطبہ میں آتے ہیں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ بعض لوگ جب دیر سے آئے تو آپ نے ان سے جواب طلبی کی کہ دیر کرنے کی کیا وجہ ہے۔[9] پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ جمعہ کے دن جب اذان ہو جائے تو جلدی کرو اور دَوڑ پڑو تا خطبہ نہ رہ جائے۔ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ جمعہ کیلئے جلدی کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ تا خطبہ نہ رہ جائے ہاں جو لوگ اذان سے پہلے مسجد میں آجائیں گے

وہ زیادہ ثواب کے مستحق ہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جمعہ کی نماز تمہارے سامنے ہے اس کے احکام تمہیں معلوم ہیں، تم جانتے ہو کہ اگر ایک معمولی خطیب بھی کھڑا ہو تو اُس وقت تمہیں حکم ہے کہ جاؤ اور اس کی باتوں کو سنو پھر اگر محمد ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانا ایک ملّا کے خطبہ سے انسان کو مستغنی نہیں کرسکتا بلکہ حکم ہوتا ہے کہ جاؤ اور اُسکی باتیں سنو تو تم کس طرح امید کر سکتے ہو کہ جب ساتویں ہزار سال کا خطیب آئے تو تم یہ کہہ کر خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ کہ ہم جب قرآن مانتے اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں اسکی آواز پر کان دھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جمعہ کے دن ملّانوں کے خطبہ کے متعلق خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جاؤ اور انہیں سنو تو کیا خدا تعالیٰ کا مأمور اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا کہ تم اس کی طرف متوجہ ہو اور یہ کہتے رہو کہ جب ہم قرآن کو مانتے ہیں تو کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ پس اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر بیان فرمایا ہے کہ اے قرآن کے ماننے والو! تم جمعہ کا خطبہ کیوں سنتے ہو؟ اس لئے کہ تمہیں خدا کا حکم ہے کہ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ جاؤ اور خطبہ سنو پھر اگر ایک ملّا کا خطبہ نہ سننے کی وجہ سے تم گنہگار سمجھے جاتے ہو تو کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے مأمور کی آواز کو تم نہ سنو اور پھر بھی تم گنہگار نہ سمجھے جاؤ۔ پس فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ جلدی کرو ذکرُ اللہ کی طرف اور دَوڑو اس کے مأمور کی آواز کی طرف۔ اس جگہ ذکرُ اللہ کے الفاظ لا کر یہ بیان کر دیا کہ انبیاء پر ایمان لانا درحقیقت خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ اگر ہم محمد ﷺ کی رسالت کو الگ کر دیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو الگ کر دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو الگ کر دیں، حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کو الگ کر دیں تو یہ کیا ہیں؟ ہمارے جیسے انسان ہی ہیں۔ ہم مان سکتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادہ لائق اور سمجھ دار ہونگے، ہم مان سکتے ہیں کہ ان میں قابلیت کے ذاتی جوہر ہم سے زیادہ ہوں گے مگر نبوت و رسالت کو الگ کر کے ان کی ہم پر حکومت نہیں رہ سکتی۔ جیسے بڑے بڑے ادیب گزرے ہیں مشہور فلسفی اور صوفی ہوئے ہیں اسی طرح ان کی بھی حیثیت ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔ جو چیز انہیں حاکم اور ہمیں ان کا فرمانبردار بنا دیتی ہے وہ نبوت و رسالت ہی ہے۔ اور نبوت و رسالت کا ماننا دراصل خدا تعالیٰ کو ماننا ہے۔ حضرت نوح کو ماننا انہیں ماننا نہیں بلکہ خدا کو ماننا ہے، حضرت موسیٰ کو ماننا انہیں ماننا نہیں بلکہ خدا کو ماننا ہے، حضرت عیسیٰ کو ماننا انہیں ماننا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو ماننا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا انہیں ماننا نہیں

بلکہ خدا تعالیٰ کو ماننا ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ اللہ کے ذکر کی طرف دَوڑو یہ معنی نہیں کہ بندے کی اطاعت کرو۔ بندہ آخر کتنے سال جئے گا؟ دس، پندرہ، بیس، تیس سال کے بعد آخر فوت ہو جاتا ہے۔ ان چند سالوں میں اسکی اطاعت کے لئے کتنا موقع مل سکتا ہے یا فرض کرو ایک شخص کو نبی کی وفات سے صرف دس دن قبل اس کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اسے مان لیتا ہے تو وہ ان دس دنوں میں کونسا پہاڑ گرا دیگا آخر اسے ذکر اللہ کی طرف ہی آنا پڑے گا۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق ہی دیکھ لو آپ کو وفات پائے اب کئی سو برس گزر گئے مگر ہم جو اطاعت کرتے ہیں تو اس سے آپ کو کونسا نفع پہنچاتے ہیں۔ ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے مگر ہر شخص جانتا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی ذاتی اطاعت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہے ہیں اور اسی کی کتاب کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ محمد ﷺ کو اس سے کیا فائدہ کہ ہم نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں یہ تمام باتیں ہمارے فائدے کے لئے ہی ہیں۔ تو انبیاء کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے اور اس جگہ اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ یہ سوال فضول ہے کہ ہم فلاں شخص کی بات کیوں مانیں۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تمہیں چاہئے کہ تم ذکرُ اللہ کی طرف دَوڑو۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جاؤ اور مسجد میں پہنچو تو کیا ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جاؤ اور مُلّا کی خدمت کرو یا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ ملّا چونکہ ہماری باتیں سنا رہا ہے اس لئے سنو۔ اِسی طرح جب دنیا میں کوئی مأمور آتا ہے اور ہم حکم دیتے ہیں کہ جاؤ اور اُس کی اطاعت کرو تو اس کی اطاعت سے اُس کو ذاتی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عظمت ہوتی ہے اس لحاظ سے جو کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ضروری ہے کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ چاہے وہ محمد ﷺ کے ذریعہ آئے اور چاہے مسیح موعود کی معرفت آئے کیونکہ یہ ان کی اطاعت نہیں ہوگی بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا کلام کہیں سے آ جائے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے سنیں اور اس پر عمل کریں۔ اگر ایک دیوار سے بھی خدا تعالیٰ کی آواز آئے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اسے اسی نگاہ سے دیکھیں جس نگاہ سے ایک نبی کی بات کو دیکھا جاتا ہے۔ وَذَرُوا الْبَیْعَ اور تمام وہ کام چھوڑ دو جن سے دُنیوی نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس میں صرف تجارت یا مزدوری ہی داخل نہیں بلکہ ملازمتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ نوکری میں کیا ہوتا ہے نوکر کہتا ہے تم اتنا روپیہ مجھے دو اور میرا اتنا وقت اور اتنی طاقتیں تم لے لو۔ یہی مزدوری میں ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ تاجر دوسرے

کو غلہ یا کپڑا دیتا ہے اور یہ اپنے ہاتھ کی طاقت اور دماغ کی محنت اسے دیتا ہے۔

پس یہ بھی تجارت کرتا ہے مفت تو روٹی کوئی نہیں کھاتا۔ پس دنیا کے جتنے ایسے کام ہیں جن میں انسان کو نفع حاصل ہوتا ہے وہ بیع ہیں خواہ پیشے ہوں خواہ تجارتیں ہوں، خواہ زراعتیں ہوں، خواہ مزدوری اور نوکری ہو، اور خواہ بادشاہت ہو۔ بادشاہ بھی اپنا وقت اور دماغ رعایا کو دیتا اور انہیں فائدہ پہنچاتا ہے پس فرمایا وَذَرُوا الْبَيْعَ تمام وہ کام جن میں دُنیوی نفع ہو تم انہیں چھوڑ دو اور جاؤ اور اس کی بات سنو۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تمہیں علم ہو تو تم سمجھو کہ یہ بات تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر اور نتائج کے لحاظ سے بابرکت ہے اگر حماقت سے تم کہے جاؤ کہ کیوں ہم کسی شخص کی بات کو مانیں تو یہ اور بات ہے لیکن اگر علم کے ماتحت غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی آواز کا کسی زبان پر جاری ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور نہ اس میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی سوال ہے بلکہ جس شخص کی زبان پر بھی خدا تعالیٰ کا کلام جاری ہو ضروری ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

یہ تو تمہید تھی اس کے بعد اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ کے ساتھ جوڑ ملتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ایک چھوٹی موت تو وہ تھی جو ظاہری جمعہ میں شامل ہونے پر ہر انسان کو برداشت کرنی پڑتی ہے یعنی وَذَرُوا الْبَيْعَ کے حکم کے مطابق اسے اپنی تجارتیں اور خرید و فروخت کے سامان تھوڑی دیر کے لئے چھوڑنے پڑتے اور نماز میں شامل ہونا پڑتا ہے مگر وہ نہایت ہی حقیر موت ہے اور اس سے بڑی موت یہ ہے کہ مسیح موعود کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے کے لئے ہر انسان قربانی کرے کیونکہ جب مسیح موعود پر ایمان لایا جائے گا اس کا لازماً یہ نتیجہ نکلے گا کہ بعض دفعہ بیٹے کو باپ چھوڑنا پڑے گا اور باپ کو بیٹا، خاوند بیوی سے الگ ہو جائے گا اور بیوی خاوند سے علیحدہ، لوگ بُرا بھلا کہیں گے، ظلم وستم کریں گے اور ماریں پیٹیں گے اور مجبور کریں گے کہ مسیح موعود سے علیحدہ ہو جائیں لیکن اگر یہ موت بھی جو پہلی موت سے بڑی ہے انسان کے راستہ میں روک نہ ہو تو اس کے بعد ایک اور موت ان کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ جمعہ کی نماز کے بعد تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ

لوگ منتشر ہو جائیں مگر ساتویں ہزار سال میں جب مسیح موعود کی بعثت ہوگی تو اس کے بعد اجازت نہیں بلکہ حکم ہوگا کہ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ جاؤ اور دنیا میں تبلیغ کے لئے پھیل جاؤ۔ دیکھو میں نے سورہ بقرہ کی ایک آیت پیش کر کے بتایا تھا کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ ھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لاَ یَشْکُرُوْنَ وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ [10] وہاں موت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ ہم نے یہود کو کہا مرجاؤ چنانچہ وہ مر گئے اور ہم نے انہیں زندہ کر دیا اسی طرح فرمایا اگر تم بھی زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی جانوں کو جہاد میں لگاؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں مرجاؤ یہ قَاتِلُوْا کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے لئے تھا اور اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ میں مسیح موعود کے زمانہ کی موت کی طرف اشارہ ہے اور یہاں چونکہ تلوار سے جہاد کرنے کا موقع نہیں تھا اس لئے یہ نہیں کہا گیا کہ جاؤ اور تلوار سے جہاد کرو بلکہ فرمایا فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ اپنے وطنوں کی قربانی کرو اور انہیں چھوڑ کر ممالکِ غیر میں نکل جاؤ، مالوں کی قربانی کرو، چندے دو اور اشاعتِ اسلام کرو۔ آج تلوار کے جہاد کے ذریعہ ہم سے قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ آج قربانی چاہیئے اپنے وقت کی، قربانی چاہیئے اپنے مال کی، قربانی چاہیئے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدائی کی، اور قربانی چاہیئے نفس کے اندرونی جذبات وشہوات کی۔ یہ قربانیاں وہ ہیں جو محمد ﷺ کے صحابہ سے بھی طلب کی گئیں۔ لیکن ان میں سے بعض پر اُس وقت زور تھا اور بعض پر آج زور ہے مثلاً رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تبلیغ کے لئے اس طرح قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا جس طرح اس زمانہ میں کیا گیا۔ اُس زمانہ میں چونکہ اسلام کو تلوار کے زور سے مٹایا جاتا تھا اس لئے حکم تھا کہ جاؤ اور اپنی جانوں کو اسلام کے لئے قربان کر دو اسی لئے پہلے زمانہ کے مسلمان جہاں مخاطب کئے گئے تھے وہاں قَاتِلُوْا کا حکم دیا گیا تھا مگر یہاں چونکہ آخری زمانہ کے مسلمان مخاطب تھے اس لئے انہیں یہ کہا گیا ہے کہ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ فرمایا وہ مسلمان جو یہود کے ہم رنگ ہیں وہ تو اس موت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے مگر جب تم کہو گے کہ ہم اس موت کے لئے تیار ہیں تو ہم تمہارے سامنے ایک مطالبہ پیش کریں گے اور وہ یہ کہ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ جب تم خدا کے مسیح کی باتیں سن لو، اس کے مسائل کو سیکھ

جاؤ اس کی تعلیم پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ اور اس کے ان مسائل سے آشنا ہو جاؤ جن کو وہ دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے تو پھر تمہارا یہ کام ہے کہ تم اپنے وطن چھوڑ دو اور دوسرے ملکوں میں زمین کے کناروں تک اس کی تبلیغ کے لئے نکل جاؤ۔ یہ موت ہے جو اس زمانہ کے احیاء کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ یہ جوڑ ہے اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ سے۔ ورنہ بھلا یہود کے ذکر، تورات کے نزول اور جمعہ کے بیان کا آپس میں تعلق ہی کیا ہوسکتا ہے۔ بعض مفسرین نے یَوْمُ الْجُمُعَةِ سے سبت کا ذکر مراد لیا ہے۔ بے شک یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے لیکن چونکہ سبت ایک محدود سوال ہے ضروری ہے کہ اس کے سِوا کوئی زیادہ وسیع معنی بھی اس کے ہوں۔ پھر اِس زمانہ کے یہود نے تو سبت کو چھوڑا بھی نہیں بلکہ آج کل تو وہ اسے بہت زیادہ منانے لگ گئے ہیں دراصل پہلے چونکہ موت کا ذکر تھا اس لئے بعد میں آ کر بتایا کہ تم بھی اس زمانہ میں یہود کے مثیل ہو جاؤ گے اور یہ واقعہ ساتویں ہزار سال میں ہوگا اِس وقت تم اگر دوبارہ زندگی چاہتے ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ پہلے مسیح موعود کی آواز سن کر اس کے پیچھے چلو اور اس کی تعلیم پر عمل کرو پھر دنیا میں اس کی تعلیم پھیلانے کے لئے نکل جاؤ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کا وہ فضل تلاش کرو جس کے نتیجہ میں تمہاری تمام تکالیف، ذلّت اور رُسوائیاں دور ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جسے میں نے اپنی نئی تحریک میں پیش کیا ہے اور جسے بار بار میں جماعت کے سامنے لا رہا ہوں۔ ہمارے ہندوستان کے لوگوں میں یہ مرض ہے کہ وہ ایک جگہ سمٹ کر بیٹھنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ موجودہ زمانہ میں ہم سے یہ چاہتا ہے کہ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ ہم باہر جائیں اور زمین میں پھیل کر تبلیغِ احمدیت کریں اس میں شبہ نہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں موت نظر آتی ہے اور اسی لئے موت کو ہلکا کرنے کے لئے ہم نے کہا کہ ہم غیر ممالک میں جانے والوں میں سے بعض کو کرایہ دے دیں گے یا چھ چھ ماہ وہاں رہنے کا خرچ دے دیں گے یہ تمام باتیں موت کو ہلکا کرنے والی ہیں کیونکہ جسے امید ہو کہ اُسے باہر جانے کے لئے کرایہ مل جائے گا اور امید ہو کہ وہاں کچھ عرصہ رہنے کے لئے خرچ بھی مل جائے گا وہ کسی قدر اپنی موت سے بے فکر ہو جاتا ہے لیکن اصل قربانی انہی لوگوں کی ہے جو موت کے منہ میں اپنے آپ کو ڈال دیتے اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جب کئی فقیر دنیا میں بھیک مانگتے ہیں تو ہم بھی بھیک مانگ کر اپنا گزارا کرلیں گے یا مزدور مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں تو ہم بھی مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال لیں گے پھر اگر مرنا ہے تو یہاں بھی مرنا ہے اور

وہاں بھی پھر کیوں ایسی جگہ نہ مریں جہاں مر کر خدا کی رضا حاصل ہو۔ بے شک کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو غیر ممالک میں جاتے ہیں تو اپنے علمی زور سے رزق کما لیتے ہیں مگر جب تک ہماری جماعت پر یہ زمانہ نہیں آتا کہ ہم اپنے علمی لوگ فارغ کر کے غیر ممالک میں بھیج سکیں اُس وقت تک جماعتی طور پر ضرورت ہے کہ ہم باہر جائیں اور غیر ممالک کے لوگوں کو احمدیت میں داخل کریں۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ ہم سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم زمین میں پھیلیں اور احمدیت کی تبلیغ کریں میں نے اس تحریک کے ذریعہ اس کی ابتدا کر دی ہے اسی طرح جس طرح باغ لگانے والا پنیری تیار کرتا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ سرِ دست چند آدمی ایسے تیار کریں جو مختلف ممالک میں جائیں اور احمدیت کا بیج بوئیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اکثر لوگ باہر جائیں اور مختلف ممالک میں پیغامِ احمدیت پہنچانے لگ جائیں۔ دراصل ہمارے لئے اس بات کا جاننا اور سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ کس ملک کو اللہ تعالیٰ نے اشاعتِ احمدیت کا مرکز قرار دیا ہے۔ قادیان کا مرکز بنایا جانا محض اس بات کی دلیل ہے کہ قادیان قابلیت رکھتا ہے لیڈری کی اور قادیان قابلیت رکھتا ہے پنیری کی تیاری کی مگر یہ ضروری تو نہیں کہ یہ باغ کے بڑھنے کے لئے بھی اچھی جگہ ہو۔ جو قابل لیڈر ہو ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اچھا سپاہی بھی ہو بعض جرنیل بڑے اچھے ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سپاہی بنا دیا جائے تو ناقص ثابت ہوتے ہیں اسی طرح بعض قابل سپاہی ہوتے ہیں لیکن انہیں جرنیل بنا دیا جائے تو ناقص ثابت ہوتے ہیں۔ پس قادیان کو مرکز بنا دینے کے یہ معنی نہیں کہ یہاں جماعت بھی زیادہ پھیلے گی پچاس سال کے قریب سلسلہ احمدیہ پر گزر گئے مگر ابھی تک یہاں غیر احمدی موجود ہیں اور ان میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو ہمارا شدید دشمن ہے اور نہ اس نے احمدیت قبول کی ہے اور نہ وہ احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ پھر وہ اتنا گند اُچھالنے والا اور اتنا جھوٹ بولنے والا طبقہ ہے جو بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی وہ اسے ہماری طرف منسوب کر دیتا ہے مکہ میں بھی دیکھ لو یہی حالت تھی۔ چنانچہ مکہ میں اس سُرعت سے اسلام نہیں پھیلا جس سُرعت سے مدینہ میں پھیلا۔ رسول کریم ﷺ کی تیرہ سالہ تبلیغی مساعی کا یہ نتیجہ تھا کہ اسّی یا بعض روایات کی رو سے تین سَو افراد آپ پر ایمان لائے مگر مدینہ میں دو سال کے اندر سارے مدینہ نے اسلام قبول کر لیا تو بعض مقام لیڈری کے لحاظ سے مرکز ہوتے ہیں اور بعض اشاعت کے لحاظ سے مرکز ہوتے ہیں اسی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے

رسول کریم ﷺ کی وفات پر انصار نے یہ کہا تھا کہ جب قبولِ اسلام میں ہم زیادہ ہیں تو خلافت کے اہل بھی ہم ہی ہیں حالانکہ مکہ لیڈری کے لحاظ سے مرکز تھا اور مدینہ اشاعت کے لحاظ سے اسلامی مرکز تھا اور اشاعت میں زیادہ حصہ لینے کی وجہ سے کوئی قوم لیڈری کے قابل نہیں بن سکتی۔

پس قادیان میں یا ہندوستان میں مسیح موعود کے نزول کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہندوستان اشاعتِ احمدیت کے قابل ہے بلکہ ہندوستان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے صرف یہ معنی ہیں کہ یہ ملک لیڈری کا اہل ہے اور اسی لئے مسیح موعود یہاں مبعوث ہوئے لیکن ہمیں ابھی ایک مرکز اشاعت کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں احمدیت کے لئے ایک مدینہ کے مثیل کی تلاش کریں ایسا ملک ہمیں میسر آئے جو احمدیت کے لئے اپنے ہاتھ کھول دے اور خدا تعالیٰ کے دین کیلئے اس کے دل کی کھڑکیاں کھلی ہوں اور وہ اس نور کے حاصل کرنے کیلئے بیتاب ہو جو اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے ظلمت کے دور کرنے کیلئے نازل فرمایا ہے اور یہ نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ نکلیں اور تلاش کریں کہ کون سا ملک ہمارے لئے مدینہ کا مثیل ثابت ہوتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو یہاں بتایا نہیں کہ کون سا ملک ایسا ہے جو احمدیت کو زیادہ قبول کرے گا بلکہ اسے تلاش کرنا اللہ تعالیٰ نے ہم پر چھوڑ دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تو الہاماً خدا تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ مدینہ اشاعتِ اسلام کے لئے اچھا مقام ہے لیکن یہاں چونکہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت پھیلائے اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بتا دیتا کہ احمدیت کی اشاعت کے لئے فلاں ملک موزوں ہے تو ہم سارے وہاں جا کر اکٹھے ہو جاتے اور باقی ممالک میں احمدیت پھیلانے سے غافل ہو جاتے اس لئے آج خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں ہم جائیں اور دنیا میں گھوم کر وہ ملک تلاش کریں جو احمدیت کے لئے مثیلِ مدینہ کا کام دے۔ اس مقصد کے ماتحت جب ہم دنیا کے تمام ممالک میں پھریں گے تو ہر ملک میں احمدیت کا بیج بوتے جائیں گے اس طرح خدا تعالیٰ کا یہ منشاء بھی پورا ہو جائے گا کہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت پھیلے اور آخر ہمیں وہ مقام بھی نظر آ جائے گا جسے ہم تلاش کرنے کے لئے نکلے ہوں گے۔ ہم جاپان

جائیں گے اور وہاں کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام دیں گے کچھ لوگ مان لیں گے اور کچھ انکار کریں گے پھر ہم چین جائیں گے اور انہیں احمدیت کا پیغام دیں گے ان میں سے بھی کچھ لوگ مان لیں گے اور کچھ انکار کریں گے، اور پھر چین ایک ملک کا نام نہیں اس کے دس بارہ حصے ہیں ہر حصہ کی علیحدہ علیحدہ زبان ہے، نہ معلوم کس حصۂ ملک کے لوگ احمدیت زیادہ قبول کریں اور کس حصہ کے لوگ احمدیت کو کم قبول کریں۔ اسی طرح ہم روس جائیں گے، افغانستان جائیں گے، ایران جائیں گے، عرب جائیں گے، جزائر فلپائن جائیں گے، سماٹرا، جاوا، نیپال، یونان اور امریکہ جائیں گے اور انہیں احمدیت کا پیغام دیں گے پھر یورپ کی بیس پچیس ریاستیں ہیں ان میں سے ہر ریاست میں احمدیت کی تبلیغ کے لئے پھریں گے۔ اس تمام کوشش کے نتیجہ میں نہ معلوم کہاں صرف احمدیت کا چھینٹا پڑے گا اور کہاں موسلا دھار بارش برسنے لگ جائے گی پس چونکہ آج تبلیغ کا زمانہ ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اُس ملک کا نام نہیں بتایا جو احمدیت کی اشاعت کے لئے موزوں ہے بلکہ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی تلاش کرنا ہمارا فرض قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جاؤ اور اس مرکز کی تلاش کرو کہیں نہ کہیں دنیا میں تمہیں ضرور مل جائے گا اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم دنیا کے تمام ممالک میں پھرو گے تو کوئی نہ کوئی ملک تمہیں ایسا مل جائے گا جو احمدیت کی طرف اسی طرح دَوڑے گا جس طرح ایک پیاسا پانی کی طرف دَوڑتا ہے پس جب تک ہم ساری دنیا میں نہ پھیل جائیں اُس وقت تک ایسا مرکز ہمیں حاصل نہیں ہوسکتا ممکن ہے خدا تعالیٰ کی حکمت سب سے آخر اس ملک کو ہمارے سامنے لائے کیونکہ اگر پہلے یا درمیان میں وہ ملک ہمیں مل جائے تو ہم باقی ممالک میں احمدیت پھیلانے سے غافل ہو جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تبلیغی ملک ہمیں پہلے ہی مل جائے مگر اللہ تعالیٰ اُس وقت تک وہاں کے لوگوں کو احمدیت میں داخل ہونے سے اپنی مشیت کے ماتحت روکے رکھے جب تک کہ ہم سارے ملکوں میں نہیں پھر لیتے تا کہ ہم غافل نہ ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جب ہم تلاش کے لئے نکلیں گے تو ایسا ملک ہمیں جلد یا بہ دیر مل کر رہے گا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ پھر دوسری بات یہ بتائی کہ جب باہر کے ملکوں میں جاؤ تو کثرت سے تبلیغ کرو پہلے بھی تبلیغ کا نام ذکر اللہ رکھا تھا جیسے فرمایا تھا فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اور یہاں بھی یہ بتایا ہے کہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا جس کا مطلب یہ ہے کہ جاؤ اور خوب تبلیغیں کرو۔ یہ بھی

مطلب ہے کہ مختلف ملکوں میں جا کر تبلیغ کرو اور یہ بھی مطلب ہے کہ تبلیغ میں تنوع پیدا کرو۔ چھوٹے چھوٹے اشتہارات شائع کئے جائیں اور تبلیغ کی جائے، بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے جائیں اور تبلیغ کی جائے، معمولی ٹریکٹ لکھے جائیں اور تبلیغ کی جائے، بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں اور تبلیغ کی جائے، پھر ایک ایک مضمون پر علیحدہ علیحدہ ٹریکٹ لکھے جائیں اور مختلف مضامین پر جامع کتابیں لکھی جائیں، اسی طرح چھوٹے چھوٹے قطعات لکھے جائیں اور تبلیغ کی جائے، پھر بڑی بڑی نظمیں لکھی جائیں اور تبلیغ کی جائے، غرض کَثِیْـر کے یہ بھی معنی ہیں کہ کثرت سے تبلیغ کرو اور یہ معنی بھی ہیں کہ کثرت سے تبلیغ کے لئے ہر قسم کا مصالحہ بہم پہنچا وَلَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ دو چیزیں اگر جماعت قبول کرے یعنی موت قبول کرے اور باہر کے ملکوں میں نکل جائے اور وہاں کثرت سے اور مختلف طریقوں سے کام لے کر تبلیغ کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم تم پر اپنا فضل نازل کرنا شروع کر دیں گے کسی شاعر نے کہا ہے

بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ہمارا بھی ایک ہی نگاہ پر فیصلہ ٹھہرا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم موت کے بعد ترقی کر سکتے ہو وہاں موت یہ تھی کہ تلوار کا جہاد کرو اور اپنی جانیں دے دو یہاں یہ موت ہے کہ اموال خرچ کرو اور جاؤ اور ہر ملک میں تبلیغ کرو جس دن تم فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ پر عمل کرو گے اور ذکرِ کثیر کرو گے، اُسی دن تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ایک وقت تک ترقی کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے اور پھر اسے لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ جب تک قرآن مجید مکمل نازل نہیں ہؤا تھا اُس وقت تک ہدایت اُس نے اپنے اختیار میں رکھی تھی مگر جب قرآن مجید مکمل نازل ہو گیا تو یہ بندوں کی مرضی پر منحصر ہو گیا کہ اگر وہ چاہیں تو ہدایت قبول کریں اور چاہیں تو نہ کریں۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے معارف کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کر دیا، نشانات ظاہر کئے اور بیّنات سے سلسلہ احمدیہ کی صداقت روشن کر دی، پھر ہمارے ہاتھ میں دلائل کی تلوار بھی دے دی کہ ہم اسے استعمال کریں اب اگر ہم احمدیت کی اشاعت نہیں کرتے تو یہ ہمارا قصور ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے دین کی اشاعت کے لئے جن دلائل و بیّنات کی ضرورت تھی وہ ہمیں دے دیئے اور اپنا کام ختم کر دیا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ باہر کے ملکوں میں نکلیں اور احمدیت کو پھیلائیں اور یقیناً

جس دن ہم ساری دنیا میں پھیل جائیں گے، جس دن کوئی ملک ایسا نہیں رہے گا جس میں احمدیت کا بیج ہم نے نہ بویا ہو تو اُس دن اس ملک کی کنجیاں بھی خدا تعالیٰ ہمارے ہاتھ میں دے دے گا جو ہمارے لئے مثیلِ مدینہ ہوگا اور ہمیں وہ قومیں مل جائیں گی جو جماعت در جماعت اور گروہ در گروہ احمدیت میں داخل ہونی شروع ہو جائیں گی۔

اس کے بعد فرماتا ہے وَاِذَا رَأَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا ِانۡفَضُّوۡا اِلَيۡهَا وَ تَرَكُوۡكَ قَائِمًا بعض لوگ غلطی سے بعض حدیثوں کی بناء پر یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خطبہ پڑھا رہے تھے کہ بازار میں بعض تاجر غلّہ وغیرہ لے کر آئے صحابہ کو معلوم ہؤا تو وہ رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے اور غلّہ خریدنے لگ گئے [11]۔ یہ حدیث ایسی عجیب قسم کی ہے کہ جن الفاظ میں بیان کی جاتی ہے ان میں مَیں اسے صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ممکن ہے چند کمزور ایمان کے لوگ کسی وقت اُٹھ کر چلے گئے ہوں مگر یہ ماننا کہ آپ خطبہ کر رہے ہوں اور آپ کو چھوڑ کر اکثر صحابہ بھاگ گئے ہوں اس نظّارہ کا خیال بھی میرے دل پر لرزہ طاری کر دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شکل میں اس روایت کو کوئی مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ مدینہ تو سارے مسلمانوں کا ہی شہر تھا وہاں منڈی میں غلّہ کس نے خریدنا تھا کہ تمام مسلمان خطبہ میں سے اُٹھ آئے۔ جب تمام مسلمان اُس وقت مسجد میں موجود تھے اور رسول کریم ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے تو غلّہ کس نے خریدنا تھا؟ کیا دیواروں اور دروازوں نے، اسی جگہ مثلاً قادیان کے بازار میں اگر تجارت کا مال لایا جائے تو جو خریدنے والے ہوں گے وہ تو یہاں بیٹھے ہوں گے انہیں دَوڑ کر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں ممکن ہے مسلمان تاجروں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہندو تاجر خرید لیں گے اسی طرح وہاں بھی چند مسلمان تاجروں کے دل میں یہ خیال ہوسکتا تھا کہ یہودی تاجر مالِ تجارت کہیں خرید نہ لیں مگر اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ دس بیس تاجر مسجد سے جا سکتے تھے مگر اکثر صحابہ کیوں بھاگے؟ سب کے سب صحابہ تو اس قسم کی تجارت نہیں کیا کرتے تھے پس یہ بالکل خلافِ عقل بات ہے کہ تسلیم کیا جائے رسول کریم ﷺ کھڑے خطبہ پڑھا رہے ہوں اور اکثر مسلمان بھاگ گئے ہوں ممکن ہے دو تین آدمی اُٹھ کر چلے گئے ہوں اور کسی نے دوسرے کے پاس یہ بات بیان کی ہو تو سننے والے نے یہ سمجھا ہو کہ اکثر ہی چلے آئے تھے اور رسول کریم ﷺ کی ذات اکیلی رہ گئی تھی۔ بہرحال صحابہ کے متعلق اس قسم کا خیال درست

نہیں کیونکہ وہ تو اس پایہ کے انسان تھے کہ اگر انہیں کہا جائے بیٹھ جاؤ تو ان میں سے سننے والا گلی میں ہی بیٹھ جاتا [۱۲]۔ پھر صحابہ وہ قربانی کرنے والے انسان تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں مجھے رسول کریم ﷺ کی باتیں سننے کا اس قدر شوق تھا کہ میں گھر نہ جاتا اور مسجد میں ہی بیٹھا رہتا یہاں تک کہ سات سات دن کے فاقے ہو جاتے۔ میں خیال کرتا کہ اگر مَیں روٹی کھانے گیا تو ممکن ہے میرے بعد رسول کریم ﷺ مسجد میں آ کر کوئی بات کریں اور میں وہ سننے سے محروم رہ جاؤں۔ [۱۳] پس صحابہ تو ایسی قربانی کرنے والے انسان تھے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی باتیں سننے کے اشتیاق میں سات سات دن کا فاقہ برداشت کر لیتے پھر ان کے متعلق کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ تو منبر پر کھڑے وعظ فرما رہے ہوں اور وہ بھاگ کر بازار میں مال خریدنے چلے گئے ہوں ۔پس اس جگہ یہ مراد نہیں جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے بلکہ تَرَکُوْکَ میں کَ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی وجود ہے اور یہ آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے کہ وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَائِمًا غرض ان الفاظ میں پیشگوئی مخفی ہے کہ اے محمد! ﷺ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب کہ تیری قوم بگڑتے بگڑتے ایسی حالت تک پہنچ جائے گی کہ کچھ حصہ اِس کا دنیا کی تجارت کی طرف جھک جائے گا یعنی وہ اپنا مقصدِ حیات صرف دنیا کمانا قرار دے لے گا اور کچھ حصہ ایسا ہوگا جو لہو یعنی سستی اور غفلت میں مبتلاء ہو جائے گا۔ گویا ایک حصہ عملِ بد کی وجہ سے تجھے چھوڑ بیٹھے گا اور ایک حصہ غفلت، سستی اور بے عملی کی وجہ سے تجھے چھوڑ دے گا کیونکہ دین کے مقابلہ میں تجارت کا لفظ بدعملی پر دلالت کرتا ہے اور لھو کا لفظ بے عملی پر دلالت کرتا ہے۔ لھو تو یہ ہے کہ سیر تماشا اور ہنسی مذاق کی باتوں میں اپنا وقت کھویا جائے اور تجارۃ کے معنی بدعمل کے ہیں یعنی دین کی بجائے دنیا کے کاموں میں اپنا وقت گذارا جائے پس فرمایا اے محمد! ﷺ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب کہ تیری اُمت بگڑتے بگڑتے بدعملی اور بے عملی کی وجہ سے تجھے چھوڑ بیٹھے گی۔ اِنْفَضَّ کے معنی اِنْکَسَرَ کے بھی ہیں یعنی وہ تجھ سے قطع تعلق کر لے گی۔ وَ تَرَكُوْكَ قَائِمًا اور تو اکیلا رہ جائے گا کوئی دین کو پوچھنے والا نہ رہے گا۔ یہ وہی امر ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

یعنی کُفر کی طاقتیں یزید کی فوج کی طرح احاطہ کئے ہوئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین زین العابدین کی طرح اکیلا ہے جسے کوئی پوچھنے والا نہیں پس اے محمد! ﷺ دینِ اسلام پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کہ تُو اکیلا رہ جائے گا اور لوگ یا تو دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے یا نکمے ہو کر عیّاشیوں میں مبتلاء ہو جائیں گے دین کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں رہے گی۔ موجودہ زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ علامت بالکل چسپاں ہو رہی ہے۔ ان میں امراء ہیں، روپیہ ہے، دولت ہے، وقت ہے لیکن وہ اپنی ساری طاقتیں دنیا کمانے پر صَرف کر رہے ہیں اور ایک حصہ ایسا بھی ہے جو بے عمل ہے اور غفلت اور سستی سے اپنی طاقتوں کو تباہ کر رہا ہے۔

یہی اس آیت میں بتایا گیا تھا کہ وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَـائِمًا کہ جب وہ تجارت اور لَهو دیکھیں گے اس کی طرف جھک جائیں گے اور تجھے اکیلا چھوڑ دیں گے لهــو کا لفظ بھی اس جگہ تجارت کے ساتھ بڑھانا بتاتا ہے کہ اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں جو بیان کی جاتی ہے کیونکہ حدیثوں میں یہ کہیں ذکر نہیں آتا کہ وہاں کوئی تماشا بھی آیا ہوا تھا جسے دیکھنے کے لئے صحابہؓ چلے گئے۔ اگر حدیث کے بیان کردہ واقعہ میں اسی آیت کا ذکر ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہاں یہ بھی ذکر ہوتا کہ وہاں تجارت کے ساتھ لهــو کا بھی کوئی سامان تھا لیکن حدیثوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس کو حل کرنے کے لئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ دحیہ کلبی کو دیکھنے چلے گئے تھے یا یہ کہ قافلہ کے ساتھ کی دَفوں کو سننے، حالانکہ دَفیں تو مدینہ کے گھر گھر میں ہوتی تھیں وہ کون سا تماشا تھا؟ وہ تو اس زمانے کے جنگی طبل کا قائمقام تھا۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت پر زبردستی واقعہ کو چسپاں کرنے کے لئے بات بنائی گئی ہے پس صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی آئندہ زندگی کے متعلق پیشگوئی تھی یعنی یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمان نکمّے ہو جائیں گے ان کا ایک حصہ کام نہیں کرے گا اور جو حصہ کام کرنے والا ہوگا وہ دین کو چھوڑ کر دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جائے گا ایسی حالت میں تو اکیلا رہ جائے گا اور کوئی اسلام کا غمگسار نہ ہوگا۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ یہ خطاب محمد ﷺ کے بروز مسیح موعود سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بروزِ محمد! ﷺ تو لوگوں سے کہہ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ یہ بالکل اس آیت کا

ترجمہ ہے کہ قُلْ مَا عِنْدَ اللہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ اور یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تجارت اور لھو سے بہت زیادہ بہتر ہے اگر تم اپنی سستیاں چھوڑ دو، قربانیاں کرو اور دین کی اشاعت کا کام اپنے ذمّہ لو تو یہ تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے۔

پس اے پروفیسرو! اے ڈاکٹرو! اے وکیلو! اور اے سرکاری ملازمو! اے تاجرو! اے صنّاعو! اور اے ہر قسم کا پیشہ کرنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ تم خدا تعالیٰ کی برکت حاصل کرو تو آؤ دین کے کام میں لگ جاؤ اور اشاعتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو وَ اللہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور یہ مت خیال کرو کہ تم دین کے لئے اپنا مال خرچ کرو گے، دین کے لئے اپنی جانیں قربان کرو گے اور دین کے لئے اپنا وقت دو گے تو تمہیں اس سے نقصان ہو گا بلکہ یاد رکھو وَ اللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ جب اس طرح مال خرچ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں دنیا کا بادشاہ بنا دے گا، دولت تمہارے قدموں میں آئے گی اور یہ چھوٹی چھوٹی قربانیاں تمہیں بالکل حقیر اور ذلیل نظر آنے لگیں گی۔

(الفضل ۲۹ / مارچ ۱۹۳۵ء)

۱؎ الجمعة: ۱۰ تا ۱۲ ۲؎ الجمعة: ۹ ۳؎ التوبة: ۳۳

۴؎ الجمعة: ۴

۵؎ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورة الجمعة باب قوله و آخرین منهم (الخ)

۶؎ الفاتحة: ۶، ۷

۷؎ ترمذی ابواب الایمان باب ما جاء فی افتراق هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

۸؎ الحج: ۴۸

۹؎ بخاری کتاب الجمعة باب مَنْ جَاءَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ (الخ)

۱۰؎ البقرة: ۲۴۴، ۲۴۵

۱۱؎ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورة الجمعة باب وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا۔

۱۲؎ اسد الغابة جلد ۳، صفحه ۱۵۷، مطبوعه ریاض ۱۲۹۵ھ

۱۳؎ اسد الغابة جلد ۵، صفحه ۳۱۷، مطبوعه ریاض ۱۲۹۵ھ